Journal of Urdu Literature and Indigenous Languages(Julil)
www.julil.org
editor@julil.org
Volume 3, Issue 2, (July to December 2024)
ISSN Online: 3005-978X
ISSN Print: 3005-9771

ٹی ایس ایلیٹ، علامہ اقبال اور مجید امجد کی شاعری میں تصورِ ماحولیات کی مماثلت

The Similarities in the Concept of Environmentalism in the Poetry of T.S. Eliot, Allama Iqbal, and Majeed Amjad

منوّر احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، بھکر
سرور عظیم قریشی
صدر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف تھل، بھکر
اِرم جمیل
صدرِ شعبہ انگریزی، یونیورسٹی آف تھل، بھکر

Munawar Ahmad
Assistant Professor, Urdu Department, Government Graduate College, Bhakkar.
Sarwar Azeem Qureshi
Head of Urdu Department, Thal University Bhakkar
Eram Jameel
Head of English Department, Thal University Bhakkar

Abstract:
T.S. Eliot is famous in English poetry for expressing modern ideas. He was one of the first poets to talk about science and the connection between humans and their environment. His poetry clearly shows the pain of modern industrial life. He wanted a clean environment, free from smoke and pollution. He wished for people to live close to nature. In Urdu poetry, his contemporary poets Allama Iqbal and Majeed Amjad also shared similar thoughts. They wrote about science and the relationship between humans and nature. In the early 20th century, modern car industries grew in North America, Europe, and other parts of the world. The smoke from these cars caused pollution, which led to smog and toxic air that became dangerous for humans. Allama Iqbal got tired of machine life and wanted to live among trees and beautiful valleys. Majeed Amjad was against cutting trees. He believed that cutting trees increases pollution. He thought trees help clean the environment and that forests are important for the safety and survival of humans.
Keywords: Environmentalism, T.S. Eliot, Allama Iqbal, Majeed Amjad, Environment and Human, Harmful Smog, Auto Industries, Environmental Pollution, Ecology.

ٹی ایس ایلیٹ(THOMAS STEARENS ELLIOT) انگلش لٹریچر میں صفِ اوّل کے شاعر ہیں۔۱۸۸۸ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شہر سینٹ لوئیس میں پیدا ہوئے۔امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی، یونیورسٹی آف سوربون کے علاوہ برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کیا۔اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد ہاورڈ یونیورسٹی میں شاعری پڑھانے پر معمور

ہوئے۔ایلیٹ بہت عرصہ ہارورڈ میں پروفیسر کے عہدہ پر فائز رہے۔۱۹۱۵ء میں براعظم شمالی امریکہ کو خیر باد کہا، اور برطانیہ میں آکر آباد ہو گئے۔۱۹۴۸ء میں ادب کے نوبل پرائز سے نوازے گئے۔اس کے بعد کچھ دیر آکسفورڈ یونیورسٹی میں بھی پڑھاتے رہے۔سنجیدگی اور فکر اسے وراثت میں ملی تھی۔ٹی ایس ایلیٹ امریکہ کے ایک مذہبی خاندان میں پیدا ہوئے۔انھوں نے امریکہ اور یورپ کی یونیورسٹیوں سے قدیم اور جدید علوم حاصل کیے۔انگلینڈ میں قیام کے دوران انھوں نے ایک ادبی رسالہ بھی جاری کیا۔جس کا نام "کرائیٹیرین" (CRITERION) تھا۔زندگی کے آخری ایّام میں مشہور اشاعتی ادارے "فیر اینڈ فیر پبلشرز" کے ایڈیٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ٹی ایس ایلیٹ کی شاعری میں ہمیں سائنسی اندازِ فکر ملتا ہے۔جس کے اثرات ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور مجید امجد کی اردو شاعری پر زیادہ گہرے انداز میں دکھائی دیتے ہیں۔ٹی ایس ایلیٹ کی شاعری کے متعلق ڈاکٹر محمد یٰسین لکھتے ہیں:

> "پہلی جنگِ عظیم کے دوران ذہنی اور روحانی انتشار سے اگرچہ رومانویت کو کوئی خاص صدمہ نہ ہوا۔جنگ کے بعد معاشی اور روحانی خلفشار نے رومانی نظریہ شعر و ادب کی جگہ حقیقت نگاری کے لیے میدان ہموار کیا۔اب انگریزی میں ایسے شعراء نظر آنے لگے، جو کلاسیکی شاعری جدید سائنس اور سترہویں صدی کے بعد مابعد الطبیعاتی شاعری سے براہِ راست اثر قبول کر رہے تھے۔اور ان کو سمو کر شاعری میں ایک نیا مزاج پیدا کر رہے تھے۔ان شاعروں میں ٹی ایس ایلیٹ نمایاں مقام رکھتے تھے۔"(۱)

انیسویں صدی کے آخر میں برّاعظم یورپ اور شمالی امریکہ کے عوام اور حکومتوں نے صنعت کو بہت زیادہ فروغ دیا۔اس دور میں برطانیہ میں کئی صنعتی مراکز وجود میں آئے لوہا پگھلانے کے کارخانوں سے ہر وقت دھواں اُٹھتا رہتا تھا۔جس سے ان اقسام کے صنعتی مراکز "بلیک کنٹریز" کے نام مشہور ہو گئے۔صنعتی انقلاب نے تمام دنیا میں آلودگی کے مسائل پیدا کیے ہیں۔تمام یورپ اور امریکہ کے ممالک آٹو موبائل (AUTOMOBILLES INDUSRTY) کی صنعت میں بیسویں صدی کے شروع میں اضافہ ہوا۔کاروں، جیپوں، بسوں، ٹریکٹروں، (HEAVY MACHINERIES) کمرشل گاڑیوں، رکشوں اور موٹر سائیکلوں کے دھویں نے تمام دنیا کے شہروں کو متاثر کیا ہے۔جس سے تمام دنیا کو فضائی آلودگی اور خصوصاً (SMOG) "سموگ" کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔یہ تو وہ دور تھا، جب انگلستان صنعت بتدریج ترقی کر رہی تھی۔انگلستان ایک صنعتی ملک میں تبدیل ہو گیا۔جیمز واٹر نے سٹیم انجن ایجاد کیا۔اس ایجاد کے بعد فیکٹریوں میں انسان نے کوئلے کا استعمال شروع کر لیا۔صنعت کی جدید بنیاد لوہے اور کوئلے پر رکھی گئی۔اور ان صنعتوں کی چمنیوں سے نکلنے والے دھویں نے تمام براعظم یورپ اور اور برّاعظم شمالی امریکہ کی فضائی ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ کیا۔اس دور کے انگلستان کے صنعتی انقلاب کے متعلق باری علیگ لکھتے ہیں:

> "انگلستان میں صنعتی انقلاب اٹھارویں صدی کے وسط میں ہوا، اس زمانے میں انگریز ہندوستان اور کینیڈا میں لڑائیاں لڑ رہے تھے۔اس زمانے میں جنگ ہفت سالہ ہوئی۔اسی زمانے میں کمپنی نے بنگال کی دولت کو لوٹا انگلستان کو اس دولت سے بہت زیادہ تجارتی فروغ حاصل ہوا۔صنعتی انقلاب اور فرانسیسی انقلاب کے درمیان ایک اور انقلاب تھا، یہ انقلاب امریکی نو آبادیات میں ہوا، امریکہ کی

برطانوی نو آبادیات انگلستان سے الگ ہو گئیں ،اس انقلاب میں امریکہ اور
برطانیہ ہی نہیں لڑ رہے تھے بلکہ یہ جنگ برطانیہ امریکہ اور برطانوی حکومت
کے درمیان تھی"(۲)

دورِ جدید کا صنعتی معاشرہ "ماحولیاتی آلودگی" کا شکار ہے۔ یہ مسئلہ دن بدن خطرناک صورت حال اختیار کر تا چلا جارہا ہے۔ اس کے اثرات کم و بیش دنیا کے تمام ممالک پر مرتب ہو رہے ہیں۔ جوں جوں آبادی بڑھ رہی ہے اور اس کے ساتھ صنعتی ترقی تیز ہو رہی ہے تو اسی طرح ماحولیاتی آلودگی میں بھی اضافہ ہو تا جارہا ہے۔ آج ہوا، پانی اور مٹی آلودہ ہو چکے ہیں اور اس کے زہریلے اثرات تمام جانداروں پر مرتب ہو رہے ہیں۔ ٹی ایس ایلیٹ کی نظم "دی ویسٹ لینڈز" ماحولیاتی زوال کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ ان کی شاعری میں بنجر زمین ،پانی کی عدم دستیابی، کو صنعتی معاشرہ کی تباہ کاریوں کے طور پر دکھایا دکھایا گیا ہے۔ ایلیٹ کی شاعری میں خشک نہریں، سوکھے دریا، پتھریلی زمین، اور مرجھائے ہوئے درخت اور خشک نباتات کی علامات، صنعتی معاشرے کے تلخ شعور کے ردِ عمل کے طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ اگرچہ عصر حاضر میں انسان ہر لمحے ٹیکنالوجی اور صنعتی میدان میں ترقی کی منازل طے کر تا جارہا ہے مگر اس کے باوجود وہ ان نادیدہ مہلک تبدیلیوں، آفتوں اور بیماریوں سے محفوظ نہیں ہے جو اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہی ہے۔ ان منفی ماحولیاتی تبدیلیوں کے تلخ نتائج کا ادراک انسان کو اس وقت ہوا جب اسے "سموگ" جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ماہرینِ ایکالوجی نے ماحولیاتی آلودگی کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1. فضائی آلودگی (Atmospheric Pollution)
2. آبی آلودگی (Hydrosphere Pollution)
3. زمینی آلودگی (Lithospheric Pollution)
4. شور کی آلودگی (Noise Pollution)
5. ذہنی آلودگی (Mental Pollution)
6. ماحولیاتی آلودگی کے دیگر عوامل (Other Factors of Pollution)

ٹی ایس ایلیٹ کی شاعری میں یورپ اور اور امریکہ کی ماحولیاتی آلودگی اور "سموگ" (SMOG) کا مسئلہ ان کی شاعری میں اس انداز سے بیان کیا گیا ہے:

"The yellow fog that rubs its back upon the window panes
The yellow smoke that rubs its muzzle on the window panes
Licked its tongue into the corners of the evening
Lingered upon the pools that stand in drains,
Let fall upon its back the soot that falls from chimneys,
Slipped by the terrace, made a sudden leap
And seeing that it's was a soft
October night,"(3)

ٹی ایس ایلیٹ کے مطابق زرد دھند جو کہ مضرِ صحت اجزاء سے مرکب ہے۔وہ گنجان آباد شہروں کی فضاؤں میں متحرک ہے۔ مضرِ صحت فوگ (FOG) کھڑکیوں کے شیشوں سے یوں لپٹی ہوئی ہے۔ جیسے کوئی مانوس پالتو بلّی بڑی نرمی کے ساتھ اپنی پشت شیشے کے ساتھ رگڑ رہی ہو۔وہ دھند اور سموگ کی شکل میں دراصل زہریلا دھواں ہے۔جو اپنی تھوتھنی کو کھڑکی کے نرم شیشوں پر آہستگی سے رگڑتی ہے۔ پھر وہ اپنی پشت پر کالا مواد سمیٹ لیتی ہے۔وہ کالا مواد جو کارخانوں کی چمنیوں سے گرتا ہے۔اور یہ خطرناک مواد پالتو جانوروں کی مانند چھتوں کے کناروں سے چپکے سے پھسلتا ہے۔اور پھر ایک دم اس وقت چھلانگ لگا دیتا ہے، جب اکتوبر کی خنک فضا میں رات کا نرم سناٹا بکھر رہا ہو۔ صنعتی معاشرے کا تلخ شعور ان کی شاعری میں بڑے واضح اور مدلّل طور پر نمودار ہوا ہے۔ٹی ایس ایلیٹ فرماتے ہیں:

"Curled once about the house, and fell asleep.

And indeed, there will be time

For the yellow smoke that slides along the street

Rubbing its back upon the window panes,

There will be time, there will be time,

To prepare a face to meet the faces that you meet." (4)

"They are settling breakfast plates in basement kitchens,

And along the trampled edges of the street

I am aware of the damp souls of house maids

Sprouting despondently at area gates.

The brown waves of fog toss up to me

Twisted faces from me bottom of the street

And tears from a passerby with muddy skirts,

An aimless smile that lovers in the air,

And Vanishes along the level of me roofs". (5)

انگریزی اور اردو نظم میں تصور ماحولیات زندگی کی بقا اور سلامتی کے لیے ضروری ہے۔ قدرت نے نباتات، حیوانات انسان اور ان کے ماحول میں ایک خاص قسم کا توازن قائم کر رکھا ہے۔جب انسانی زندگی اس کرہ ارض پر شروع ہوئی تو وہ انتہائی سادہ قسم کی تھی اور اس کے لیے ماحول اس کی سرگرمیوں پر زیادہ اثرانداز نہیں ہوتا تھا۔انسان نے شروع میں پھل پھول کھا کر گزارا کیا اور وہ شکار کے ذریعے گوشت اور خوراک حاصل کرتا تھا مگر بتدریج انسان کے دماغ نے تیزی سے ترقی کی اور اپنے لیے آرام و سکون کا متلاشی ہو گیا۔جس کی وجہ سے آج کا انسان جدید سائنسی ایجادات اور قدرتی وسائل کو بے دریغ استعمال کر رہا ہے۔ جس نے اس کے ماحول میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو بے پناہ تیز رفتار بنا دیا ہے۔ ٹی ایس ایلیٹ کے عہد میں دریائے ایمزن کے طاس میں درختوں کی

زیادہ تعداد میں کٹائی کی گئی۔اس دور میں پرتگال، سپین، سویڈن، فن لینڈ، پولینڈ، اور بحیرہ بالٹک کے اطراف کے کے ملکوں میں درختوں کی زیادہ کٹائی کی گئی، مگر بعد میں ماہرینِ ماحولیات کی سفارشات پر شجر کاری کی تحریکات بھی شروع ہوئی جس کے مثبت دیکھنے میں آئے ہیں۔آج پلاسٹک کے شاپنگ بیگز ہمیں ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں اور صنعتی فیکٹریوں کا دھواں آج برطانیہ، امریکہ، تمام یورپ اور جنوب مشرقی ایشیا اور جنوبی ایشیا اور برّاعظم آسٹریلیا کے بڑے بڑے شہروں میں اڑتا دکھائی دے رہا ہے۔اس زہریلے دھوئیں کی وجہ سے تمام دنیا کے بڑے شہروں کی فضا آلودہ ہو چکی ہے اور سموگ پیدا ہوتی ہے۔گزشتہ صدی کے شروع زمانے میں سموگ بہت کم تھی۔آج تمام دنیا کے ترقی یافتہ شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔سموگ کی وجہ سے تمام انسانی زندگی متاثر ہو چکی ہے اور ٹی ایس ایلیٹ نے ایسی صنعتی معاشرے کی تلخ سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی شاعری میں موضوعِ بحث بنایا ہے۔

علامہ اقبال ۱۸۷۰ء برطانوی صنعتی انقلاب کے بعد ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔اور بیسویں صدی کے شروع میں یورپ میں قیام کیا۔اس لیے اقبال مشینی اور صنعتی زندگی سے اکتا کر حسین وادیوں اور درختوں کے جھرمٹ میں پناہ لینا چاہتے تھے۔بیسویں صدی کے ابتداء ہی میں برطانوی ہندوستان میں صنعتی دور شروع ہو چکا تھا۔بلکہ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں برطانوی ہندوستان کے طول و عرض اور بڑے شہروں میں صنعتیں لگائی جارہی تھیں۔اقبال نے مستقبل میں پیش آنے والے ماحولیاتی آلودگی (ENVIRONMENTAL POLLUTION) کے مسائل کو محسوس کر لیا تھا۔چناچہ وہ اپنی شاعری میں اپنے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہتا ہے۔جہاں پہاڑوں کا دلفریب منظر ہو، ندی کا شفاف پانی ہو۔ہری ہری گھاس خوشنما دکھائی دے رہی ہو۔۔ہر طرف سکوت ہو اور خاموشی انسانی فطرت سے ہم کلام ہو رہی ہو۔ہمیں اس قسم کا ماحول ان کی اولین دور نظم "ایک آرزو" میں واضح دکھائی دیتا ہے:

"شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو
مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو
لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو
گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو
مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ میرا ہو
صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
ہو دلفریب ایسا تصویر کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو
مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

اس نظم میں حسین تشبیہات اور اور دلکش استعاروں سے اقبال کے تصور ماحولیات کی مکمل وضاحت ہوتی ہے۔ٹی ایس ایلیٹ،برّاعظم یورپ اور برِّاعظم شمالی امریکہ کے زہریلے صنعتی دھویں سے اکتایا ہوا ہے۔اور خوشگوار ماحول کی خواہش لیے ہوئے ہے۔وہ تنگ مکانات کی گنجان آبادیات کے مسائل سے اکتاہٹ کا شکار ہے۔علامہ اقبال کی اس نظم میں تصور ماحولیات کی مکمل وضاحت ہوتی ہے۔مثلاً سورج کا شام کی دلہن کو مہندی لگانا،گل کی ٹہنی کو جھک جھک کر پانی کو یوں چھونا گویا کوئی آئینہ دیکھ رہا ہو،سبزے کا زمین پر بچھا ہوا ہونا،گل کی کلی کا چٹک کر پیغام رسانی کرنا،وہ تشبیہات ہیں۔جو انگریزی شعراء کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔۔یہ اقبال کی قوتِ جاذبہ کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے انگریزی رومانوی شاعروں کی ساری نیچرل فضا کو مہارت کے ساتھ اس نظم "ایک آرزو" میں سمادیا ہے۔جس سے علامہ اقبال جیسے عظیم شاعر کے تصورِ ماحولیات کی وضاحت ہوتی ہے۔ڈاکٹر محمد صادق،علامہ اقبال کے تصورِ فطرت (concept of Nature) کے متعلق لکھتے ہیں:

> "In the early poetry of Iqbal, this philosophy takes the form of a contrast between the life of nature and man. Nature, he tells us, is insert and passive, rolling on from day to day without a single spark of self - consciousness. Man, on the other hand, is progressive and self - conscious, impelled for ever by an irresistible curiosity to know things and subjugate them to his service. It is this instinct for self-development harnessed to the intellect that raises man above nature as the greatest creative force in the world" (7)

اقبال کی اوّلین شاعری میں فطرت پرستی پر زور دیا گیا ہے۔اقبال کے نزدیک فطرت ساکن اور غیر متحرک کائناتی عنصر ہے۔جو شعورِ ذات کی روشنی کے بغیر خود بہ خود چلتی رہتی ہے دوسری جانب انسان جو اس کائنات کا اصل محور ہے۔وہ دن بہ دن ترقی کی جانب اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے۔وہ ہمیشہ اشیاء کی ماہیت جاننے کے لیے کوشاں ہے۔یہی شعورِ ذات کو سمجھنے کی جستجو،جب عقل کے ساتھ متّصل ہو کر متوازی خطوط کی مانند بلندیوں کی جانب سفر کرتی ہے،تو فطرت دوست عناصر کے ساتھ مل کر انسانی خوشیوں کا موجب بنتی ہے۔مگر دورِ جدید کے مشینی اور صنعتی دور نے فطری مناظر کو گہنا دیا ہے۔اور انسان مشینوں کی حکومت سے

تنگ آ چکا ہے۔اور اقبال کے نزدیک احساسِ مروت کو سائنسی آلات نے کچل دیا ہے۔یہی وجہ ہے اقبال کی خواہش ہے کہ وہ دامنِ کوہ میں ایک جھونپڑا بنا کر رہے۔جہاں کی فضا ہر قسم کی ماحولیاتی آلودگی سے پاک ہو۔فرازِ کوہ سے ندی سہانا گیت گاتی آ رہی ہو۔اور وہ آسمان کے پرندوں کو نغمے سکھلا رہی ہو۔پس علامہ اقبال،ٹی ایس ایلیٹ کی مانند اس کرہ ارض کی فضا کو خوش گوار اور صاف ستھرا آلودگی سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں۔اسی طرح ماحولیاتی آلودگی کی تمام اقسام سے بچنے کے لیے مجید امجد سرسبز اور پر امن ماحول کے متلاشی ہیں،اور وہ سبزہ ہی میں کائنات اور انسان کی بقاء اور سلامتی سمجھتے ہیں۔اور جنگلات کی سلامتی کے حامی ہیں،اور جنگلات کے درختوں کی کٹائی کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔وہ جنگلات کی بقاء کو بنی نوعِ انسان کی بقاء سمجھتے ہیں: مجید امجد فرماتے ہیں:

"یہ بیکراں فضائیں اپنے چہرے سے
پردہ الٹ دیا ہے نمودِ حیات نے
شاداب مرغزار کہ دیکھی ہے جس جگہ
اپنے نمو کی آخری حد، ڈال پات نے
گنجان جھنڈ جن کے تلے کہنہ سال دھوپ
آئی کبھی نہ سوت شعاعوں کا کاتنے
پیڑوں کے شاخچوں پہ چہکتے ہوئے طیور
تاکا جنہیں کبھی نہ شکاری کی گھات نے
تم کتنے خوش نصیب ہو آزاد جنگلو!
اب تک تمہیں چھوا نہیں انساں کے ہات نے
اب تک تمہاری صبح کو دھندلا نہیں کیا
تہذیب کے نظام کی تاریک رات نے
پھینکی نہیں تمہارے مقامِ بلند پر
کوئی کمند سلسلۂ حادثات نے
اچھے ہو تم کہ تم کو پریشاں نہیں کیا
انسانیت کے دل کی کسی واردات نے
اے وائے اس حسیں بیاباں کو کس طرح
نیندوں سے بھر دیا ہے نسیمِ حیات نے

پس آج تمام دنیا کے ماہرین ایکالوجی (Ecology) اس بات پر متفق دکھائی دیتے ہیں کہ اگر جنگلات زیادہ سے زیادہ لگائے جائیں تو آج کے بگڑتے ہوئے Ecosystem کا تحفظ کیا جا سکتا ہے ۔مگر دنیا اس کے برعکس جنگلات کا کٹاؤ (Deforestation) کر رہی ہے۔آج کے دورِ جدید میں دنیا کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔دریائے ایمزن کے طاس اور خطِ استواء کے دونوں اطراف میں درختوں کی بے دریغ کٹائی کر کے نئے شہر تعمیر کیے جا رہے ہیں۔آبادی میں اضافے کی وجہ سے دُنیا

کے جنگلات مسلسل کاٹے جا رہے ہیں اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹایا جا رہا ہے۔ اضافی آبادی کے لیے مزید زرعی زمین کی فراہمی، لکڑی کو بطور ایندھن استعمال کرنا، نئی آبادیوں کے لیے جگہ کے حصول اور دیگر انسانی ضروریات کی فراہمی کے لیے بھی دنیا کے جنگلات مسلسل کاٹے جا رہے ہیں۔ جنگلات کے کٹنے سے جہاں ایک طرف مٹی اور زمینی کٹاؤ میں اضافہ ہوا ہے، وہاں چٹانیں بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ آج برازیل، ارجنٹائن، کوسٹاریکا، بولیویا، وسطی افریقہ، زمبابوے، ملاوی، ڈیموکریٹک ریپبلک آف کانگو، سینیگال، غیپون، استوائی گنی، پاپوانیو گنی،، جنوب مشرقی ایشیا، جنوبی ایشیاء کے میدانی اور پہاڑی علاقے، انڈونیشیا اور ملائیشیاء کے ساحلی علاقے، جنگلات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ درخت آکسیجن کی فراہمی اور آکسیجن سائیکل کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ درختوں کی وجہ سے کرہ ہوا میں آبی بخارات کی شرح میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور جنگلات نہ صرف لکڑی کے حصول کا ذریعہ ہیں بلکہ ان سے چھال، میوے اور بعض پھل بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جنگلات مختلف اقسام کے پرندوں اور جنگلی جانوروں کا مسکن ہیں۔ ان سے بعض خام اشیا حاصل ہوتی ہیں جن سے ادویات اور دیگر مصنوعات بھی بنائی جاتی ہیں۔ پاکستان کے مشہور جغرافیہ دان پروفیسر افتخار اکرم چوہدری جنگلات کے کٹاؤ کو عالمی سطح کا مسئلہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اقوام متحدہ کے ادارے "خوراک اور زراعت کی تنظیم (FAO)" کی تحقیق کے مطابق دُنیا کے تمام بڑے قدرتی جنگلات کے علاقے مسلسل کٹائی کے عمل کی وجہ سے تیزی سے کم ہو رہے ہیں۔ ایسے بڑے جنگلات میں دریائے ایمزن (Amazon) اور دریائے کانگو کے طاس کے جنگلات بھی شامل ہیں جو افی صد سالانہ کی شرح سے کم ہو رہے ہیں۔ اس ادارے کی تحقیق کے مطابق اگر یہ جنگل اسی طرح سے کٹتے رہے تو اگلے ۸۰ سے ۹۰ سالوں کے درمیانیہ بالکل ختم ہو جائیں گے جب کہ بصورت دیگر تنظیموں کے سروے کے مطابق اس شرح سے کٹاؤ کے تحت ان کی اوسط عمر بمشکل ۵۰ سال سے زیادہ نظر نہیں آتی۔ ایمیزن اور کانگو کے طاس کے علاوہ وسطی امریکہ، جنوب مشرقی ایشیا، شمالی امریکہ، شمالی مغربی یورپ اور شمالی روس کے مخروطی جنگلات بھی مسلسل کٹاؤ کی وجہ سے ایک دباؤ کا شکار ہیں۔ اگرچہ کینیڈا اور شمال مغربی یورپی ممالک میں بھی کاٹے گئے، مگر نئے درخت متبادل کے طور پر لگائے جاتے ہیں۔ جنگلات کا کٹاؤ ایک طرف درختوں کی کمی اور زمین کے قدرتی حسن کم کر رہا ہے وہاں دوسری طرف اس کمی کے قدرتی ماحول پر بھی منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں"۔(۹)

مجید امجد نے اپنی شاعری میں جنگلات کے کٹاؤ کی بھرپور مزاحمت کی ہے۔ اُن کی نظم توسیع شہر" میں یہی اندازِ فکر زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ یہ نظم ۹ فروری ۱۹۶۰ کو لکھی گئی۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستان میں پہلا مارشل لاء نافذ تھا اور فیلڈ مارشل اور جنرل محمد ایوب خان کی حکومت تھی۔ اس دور میں پاکستان نے ہر میدان میں بے پناہ ترقی کی تھی۔ پاکستان میں سڑکوں کو کشادہ بنایا گیا۔ ذرائع آمدورفت کو ترقی دی گئی۔ لاہور شہر کو خوبصورت بنانے اور اس کی توسیع کے لیے سڑکیں کشادہ کی جا رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے سڑکوں کے دونوں اطراف پر درختوں کی کٹائی کی گئی۔ اس دور میں پنجاب یونیورسٹی کے دونوں اطراف کے درختوں کو بھی

کاٹا گیا۔ جب ان درختوں کو کاٹا جا رہا تھا۔ جو عرصہ دراز سے سڑکوں اور نہروں کے کنارے اُگے ہوتے تھے۔ تو ان کے تنوں پر چلنے والے تیشوں کو مجید امجد نے اپنے بدن پر چلتا ہوا محسوس کیا۔ پس ان کی کٹائی کے متعلق مجید امجد کہتے ہیں:

"بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار
جھومتے کھیتوں کی سرحد پر بانکے پہرے دار
گھنے سہانے چھاں چھڑکتے بور لدے چھتنار
بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار
جن کی سانس کا ہر جھونکا تھا ایک عجیب طلسم
قاتل تیشے چیر گئے اِن ساونتوں کے جسم
گر دی دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار
کٹتے ہیکل، جھڑتے پنجر، چھٹتے برگ وبار
سہمی دھوپ کے زدہ کفن میں لاشوں کے انبار
آج میں کھڑا سوچتا ہوں اس گاتی نہر کے دوار
اس مقتل میں صرف ایک میری سوچ مہکتی ڈال
مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک، اے آدم کی آل"(۱۰)

ڈاکٹر وزیر آغا مجید امجد کے تصورِ ماحولیات اور شجر کاری کے متعلق فرماتے ہیں:

"مجید امجد کی شاعری میں شجر اور اشجار کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اُس نے شجر کو نہ صرف اس کے ہر روپ میں دیکھا ہے بلکہ ہر زاویہ سے اُس کا نظارہ بھی کیا ہے آخر میں تو یوں لگتا جیسے مجید امجد بھی ایک ہرے بھرے شجر کی طرح ہے"(۱۱)

مذکورہ بالا نظم "توسیع شہر" کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا رقم طراز ہیں:

"شجر سے مجید امجد کی دوستی اور تعلق خاطر اس کی نظم توسیع شہر میں پوری طرح اُجاگر ہوا ہے۔ وہ درختوں کی لمبی قطار کو قاتل تیشوں کی زد میں آئے ہوئے پاتا ہے تو اُسے محسوس ہوتا ہے۔ جیسے ایک پوری نسل کو گلوٹین کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس قتل گاہ میں جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ بالکل اکیلا رہ گیا ہے تو اس کے دل میں زندہ رہنے کی کوئی اور وہ چاہتا ہے کہ اُسے بھی درختوں کے ساتھ ہی قتل کر دیا جائے۔"(۱۲)

۱۸۷۰ء کی دہائی میں یورپ میں رونما ہونے والے صنعتی انقلاب نے صنعت کو بہت زیادہ ترقی دی اور زیادہ مضبوط بنایا۔ اس دور میں شمالی برطانیہ میں کئی صنعتی مراکز سامنے آئے۔ فولاد کی بھٹیوں سے ہر وقت دھواں اٹھتا تھا جس سے اس قسم کے صنعتی مراکز "بلیک کنٹریز" کے نام سے مشہور ہوئے۔ صنعتی انقلاب نے ذرائع نقل و حمل کو بھی متاثر کیا اور یہ انقلابی موڑ تب آیا۔ جب ۱۸۲۵ء میں برطانیہ میں پہلی ریلوے لائن بچھائی گئی اور ریل گاڑیوں کے ذریعے انسان کی نقل و حمل کے ساتھ ساتھ بار برداری کا کام بھی لیا

جانے لگا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا، جب انگلستان کے شہروں مانچسٹر اور لیور پول کو ۱۸۳۰ء کو ریلوے لائن کے ذریعے ملا دیا گیا۔ جس سے صنعتی انقلاب کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔ آج جاپان کے چار بڑے صنعتی خطے مشہور ہیں اور صنعتی دنیا کے چار نئے ٹائیگرز تائیوان، جنوبی کوریا، ملائشیا اور ہانگ کانگ کو صنعتی آلودگی کا سامنا ہے۔ زیر زمین پانی آلودہ ہو چکا ہے۔ زہریلے دھوئیں اور زہریلے فضلات سے جدید دنیا بے حد متاثر ہے۔ اس صنعتی انقلاب نے انسان کو وجودی کرب اور ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ مجید امجد کے ہاں انسان صنعتی معاشرے کا تلخ شعور اور رد عمل تنہائی اور اداس شام کے لمحات کو شفاف فضا کے آئینے میں دیکھا گیا ہے۔ اکیسویں صدی کے حوالے سے ادبی تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اور فطرت کا رشتہ بڑا مضبوط ہے۔ اس لیے اس رشتے کو وسیع تر فکری تناظر میں مجید امجد کی شاعری میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مجید امجد کا تصورِ ماحولیات ان اشعار میں مزید واضح ہو رہا ہے۔ مجید امجد فرماتے ہیں:

"چاہتا ہوں کہ اپنی ہستی کو!
سرمدی کیف میں ڈبو جاؤں!!
چاہتا ہوں کہ ان فضاؤں کی!
وسعت بے کراں میں کھو جاؤں!
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکو میں!
جذب ہو جاؤں جذب ہو جاؤں!
آہ! یہ خوشگوار نظارے!!!
خلد کے شاہکار نظارے!!!

الغرض ٹی ایس ایلیٹ، علامہ اقبال اور مجید امجد ایک ایسی فضاء چاہتے ہیں جو ماحولیاتی آلودگی سے پاک ہو۔ جہاں صبح کے مناظر دلکش ہوں۔ سکوتِ شام کے دلفریب مناظر ہوں۔ شفاف آسمان ہو۔ بادل ہوا کے دوش پر اشکال بدلتے ہیں۔ چشمے کے کناروں پر ہرنیاں آزادی سے گھوم پھر رہی ہوں۔ خوش آواز پرندے سہانے گیت گا رہے ہوں۔ یہ سب کچھ تب ہو گا، جب انسان مشینی اور صنعتی دنیا سے راہِ فرار اختیار کر کے فطرت کے دامن میں پناہ لے گا۔ درختوں اور جنگلات کا تحفظ کرے گا۔ تو ہم زمین کو اس کے حقیقی لینڈ سکیپ میں دیکھ سکیں گے۔ ٹھنڈی اور خوشبودار ہوائیں (The Cool and Cented Breez) کی مسرتوں کو محسوس کر سکیں گے۔ پھولوں کی نکہتیں اور تاروں بھرا آسمان، ایک حقیقی ماحول کی ترجمانی کرتا ہے جو آلودگی سے پاک ہو۔ کارخانے کی چمنیوں سے سے نکلنے والے زہریلے دھویں سے پاک ہو۔ یہ سب کچھ ہمیں مجید امجد کے نظریہ شجر کاری میں پنہاں دکھائی دیتا ہے۔ آج کے انسان کو جنگلات کے کٹاؤ (DEFORESTATION) کا تدارک کرنا ہو گا۔ اور اس کی جگہ بنجر زمینوں پر شجر کاری کو فروغ دینا ہو گا۔ اس کے نتائج کے طور پر انسان اور ماحول میں قوت جاذبہ پیدا ہو گی۔ اور اس سے ایک ایسا خوبصورت اور دلکش ماحول وجود میں آئے گا، جو بنی نوعِ انسان کی صحت کے مسائل کو حل کرے گا۔ جس کا خواب ٹی ایس ایلیٹ، علامہ اقبال اور مجید امجد نے دیکھا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ یٰسین، محمد، ڈاکٹر، ،انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، علی گڑھ (بھارت) مجلسِ ترقی اردو ہند، ص:۲۰۲-۲۰۳

۲۔ باری علیگ، کمپنی کی حکومت، لاہور، دارالشعور، غزنی سٹریٹ، ۱۹۹۹ء ص:۳۰۳

3. Eliot T.S. “Selected Poems’’ London, Faber and Faber,1980. P3
4. Ibid. P4
5. Ibid. P19

۶۔ اقبال، محمد، علّامہ، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، لاہور، خزینہ علم و ادب، ص:۵۹-۶۰

7. Sadiq, Muhammad, Dr, “A History of Urdu Literature” Karachi, Oxford University Press, (Second Addition) 1985 P 453

۸۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتب)، خواجہ محمد زکریا، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۷۲-۷۳

۹۔ چودھری، افتخار اکرم، پروفیسر، اصولِ جغرافیہ (طبعی و انسانی) لاہور، علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۷ء ص:۶۶۷

۱۰:۔ مجید امجد، "کلیاتِ مجید امجد، (مرتب)، خواجہ محمد زکریا، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء ص:۶۹

۱۱۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، دائرے اور لکیریں، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۸۶ء ص:۵۵

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ مجید امجد، ، کلیاتِ مجید امجد، (طبع نو) مرتب: خواجہ محمد زکریا، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء ص:۱۸۴

References in Roman script:

1. Yasseen, Muhammad,Doctor,Engrazi Adab ki Mukhtaser Tareekh, Ali Gharh, (Bharat) Majlis-i-Traqee –i- Adab Urdu Hind, P:202-203
2. Bari Aleeg,Company ki Hakumat, Lahore, Darooshoor,Urdu Bazar ,1999, P :303
3. Eliot T.S. Selected Poems’’ London, Faber and Faber,1980, P:3
4. Ibid, P:4
5. Ibid, P:19
6. Iqbal, Muhammad, Allama, Doctor,Kulyaat –i-Iqbal, Lahore, khazeena –i-Adab, Alkreem Markeet, P :59-60
7. Sadiq, Muhammad, Dr, “ A History Of Urdu Literature” Karachi, Oxford University Press, 1985 P :453
8. Majeed Amjad, “Kulyaat –i- Majeed Amjad” Muratab: Khaja Muhammad Zakria, Lahore, Alhamd Publications,2014, P :72-73
9. Choudhary, Iftikhar Akram, Prof,Asool –i-Gughrafia(Tabbiee wo Ansani) Lahore, Elmi kitab Khana,2017 P:667
10. Majeed Amjad,Kulyaat –i- Majeed Amjad,Muratab: Khaja Muhammad Zakria, Lahore, Alhamd Publications,2014, P:69
11. Wazeer Agha,Daeeray aur Lakeerain, Lahore, Maktaba Fikro Khayal,1986, P:55
12. Ibid
13. Majeed Amjad, “Kulyaat –i- Majeed Amjad” Muratab: Khaja Muhammad Zakria, Lahore, Alhamd Publications,2014, P: 184